پیام اقبال Bahria Research Journal on Iqbal Studies (BRJIS)
2(2), 34-46, 2023

تعلیم وتربیت کے بنیادی مقاصد فکر اقبال کی روشنی میں

The Main Objectives of Education and Training In The Light Of Iqbal's Thought

Muhammad Nadeem
rajanadeempk@gmail.com

Rab Nawaz
rab.nawaz@hitecuni.edu.pk

Hitec University Taxila

Iqbal is considered as one of the thinkers of his times because of the values of his educational thoughts. The element of education and training is very important in human development. Iqbal wants to have such a system of education and training that prepares Muslims who are aware of their purpose in life and the capital of the country and the nation. They have abilities and they have the passion to conquer stubbornness. According to Iqbal, knowledge that only enlightens the mind and does not create yearning and anxiety in the heart is useless. Iqbal's own philosophy (Khudi) is to create awareness of his personality in the child and to awaken his natural powers. Iqbal's aspiration from education and training is not to achieve materialism and livelihood. Rather, education should be such that it fulfills the material and spiritual needs of a person along with character building. this research is a qualitative study which explored the realms of education and training in Iqbal's thought through extensive library research and analysis of literature. It included Iqbal's primary poetic and prose work in addition to contemporary and historical research on Iqbal's educational philosophy. This paper presents the basic objectives of education and training in the light of Iqbal's thoughts so that we know where we stand in the present era and what will be our action plan for the future.

Keywords: human development, knowledge, enlightens, awareness, spiritual needs, character building, *Khudi*

کلیدی الفاظ: انسانی ترقی، علم، منور، شعور، روحانی ضرورتیں، کردار کی تعمیر، خودی

انسانی نشو نما میں تعلیم وتربیت کا عنصر بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اقبال چاہتے ہیں کہ ایسا نظام تعلیم وتربیت ہو کہ جس سے ایسے مسلمان تیار ہوں جو اپنے مقصد حیات سے آگاہ ہوں اور ملک و ملت کا سرمایہ افتخار ہوں۔ ان میں قائدانہ صلاحیتیں ہوں اور وہ کائنات کو تسخیر کرنے کا جذبہ رکھتے ہوں۔ اقبال کے نزدیک جس علم سے صرف دماغ منور ہو اور دل میں تڑپ اور اضطراب پیدا نہ ہو وہ علم بے کار ہے۔ اقبال کا فلسفہ خودی یہ ہے کہ بچے میں اس کی شخصیت کا شعور پیدا کیا جائے اور اس کی فطری قوتوں کو بیدار کیا جائے۔ تعلیم وتربیت سے اقبال کا مطمح نظر مادیت پرستی اور معاش کا حصول نہیں ہے۔ بلکہ تعلیم ایسی ہو جو سیرت و کردار کی تعمیر کے ساتھ ساتھ انسان کی مادی اور روحانی ضرورتوں کو پورا کرے۔

اس مقالہ میں تعلیم وتربیت کے بنیادی مقاصد کو اقبال کے افکار کی روشنی میں پیش کرنا چاہتے ہیں تاکہ ہمیں معلوم ہو کہ عصر حاضر میں ہم کس مقام پر کھڑے ہیں اور آئندہ کے لیے ہمارا لائحہ عمل کیا ہوگا۔

موضوع کی ضرورت اور اہمیت

دنیا میں اس وقت بہت سے نظام تعلیم وتربیت رائج ہیں اور ہر قوم تعلیم وتربیت کے بنیادی مقاصد اس طرح طے کرتی ہے کہ وہ اس کے نظریہ حیات کی مناسب خدمت کر سکیں۔ ہر ملک کا نظام تعلیم وتربیت اس ملک کے سیاسی، سماجی اور اقتصادی حالات کو پیش نظر رکھ کر مرتب کیا جاتا ہے۔ اس کام کے لیے ماہرینِ تعلیم اپنے اپنے زاویہ ہائے نگاہ سے اس پر طبع آزمائی کرتے ہیں۔ جب ہم دنیا کی مختلف اقوام کے نظام تعلیم وتربیت کو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بھی نظام تعلیم وتربیت حرف آخر تھا نہ ہے بلکہ وقت اور حالات کے مطابق اس میں ترمیم واصلاح کی جاتی رہی ہے۔ کسی بھی نظام تعلیم کی بنیاد اس کے فلسفہ تعلیم وتربیت سے اٹھائی جاتی ہے۔ ہمیں سب سے پہلے یہ طے کرنا ہے کہ ہم اپنے آنے والی نسل کو کیسا انسان بنانا چاہتے ہیں۔ یہ مقاصد طے کرنے کے بعد ہم نے اپنے نظام تعلیم وتربیت کے اثرات کو جانچنا ہے اور اس کام کے لیے ایک لمبا عرصہ درکار ہوتا ہے، کیونکہ کسی بھی نظام تعلیم وتربیت کے نتائج تھوڑے عرصہ میں ظاہر نہیں ہوتے۔ پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے۔ اور ایسے ممالک کے لیے اپنے اساسی نظریہ کی حفاظت بہت ضروری ہوتی ہے۔ آج ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہمارا نظام تعلیم وتربیت مسلم مفکرینِ تعلیم اور اسلام کے سنہری اصولوں سے ہم آہنگ نہیں ہے۔ یہ کاوش اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے کہ تعلیم وتربیت کے بنیادی مقاصد کو فکر اقبال کی روشنی میں روشناس کرایا جاسکے۔ اس مقالہ میں بیانیہ طریقہ تحقیق کو اختیار کیا گیا ہے تاکہ بات عام فہم ہو اور آسانی سے سمجھی جاسکے۔

علم اور تعلیم کے معانی اور تعریف

علم عربی زبان کا لفظ ہے۔ مصدر ہے اور اس کا مادہ (ع-ل-م) ہے۔ "جہل" اس کی ضد ہے۔

علم: (ضد۔ جَھل) علم، تعلیم، معلومات[1]

علم: حقیقت شئ کا ادراک، یقین و معرفت[2]

علم: (ع۔ا۔مذ) دانش، دانائی، واقفیت، آگاہی، ہنر، جوہر[3]

لفظ تعلیم عربی زبان کے لفظ "علم" سے ماخوذ ہے۔ اور اس کے معنی سکھانا کے ہیں۔

﴿عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝﴾[1]

یعنی اس کے معنی میں شامل ہے

1۔ کسی چیز کو کماحقہ جاننا یا پہچاننا

2۔ حقیقت کی گہرائی تک پہنچنا

3۔ معلومات حاصل کرنا

4۔ اندر کی صلاحیتوں کو جِلا دینا

---

[1] القاموس الجدید: مولانا وحید الزمان کیرانوی۔ ادارہ اسلامیات 1990

[2] مصباح اللغات: عبد الحفیظ بلیاوی، مکتبہ قدوسیہ لاہور

[3] فیروز اللغات: الحاج مولوی فیروز الدین فیروز سنز

باالفاظ دیگر کسی شے کے بارے میں فرد کا جاننا اور سکھانا تعلیم کا مفہوم ہے۔

تعلیم کے لیے(EDUCATION)کالفظ استعمال ہوتا ہے یہ انگریزی زبان کالفظ ہے جو لاطینی زبان کے ایک لفظ(EDUCARE)سے ماخوذ ہے۔اور اس کے معنی ہیں"TO BRING UP"،"TO DEVELOP"اور"TO BRING FORTH"یعنی

1۔تربیت کرنا

2۔نشو نما کرنا

3۔ہیت معلوم کرنا

Education:تعلیم، آموزش، تہذیب عقل واخلاق، تعلیم وتدریس یاتربیت کا عمل[2]

Education(Noun):Teaching,Schooling,Training,Development,Discipline,Coaching,Instruction,Enlightenment,Learning[3]

Education Schooling, Tuition, Instruction, Teaching,[4] تعلیم(تدریس)

ہم کہہ سکتے ہیں کہ تعلیم کے عمل میں وہ تمام معلومات وتجربات شامل ہیں جو بنی نوع انسان نے آج تک تاریخ کے مختلف ادوار میں گود سے گور تک حاصل کیے ہیں۔اور وہ تجربات ومشاہدات نسل در نسل ہم تک باضابطہ یا بے ضابطہ پہنچتے ہیں۔

پس تعلیم وہ مسلسل عمل ہے جس کے ذریعے نئی نسلوں کی اخلاقی، ذہنی اور جسمانی نشوونما بھی ہوتی ہے اور وہ اپنے عقائد وتصورات اور تہذیب وثقافت کی اقدار بھی اِس سے اخذ کرتی ہیں۔ماہرینِ تعلیم اس لفظ سے دو مفہوم مراد لیتے ہیں۔وسیع تر مفہوم میں یہ ان تمام طبیعی وحیاتیاتی، اخلاقی وسماجی اثرات کا احاطہ کرتا ہے جو فرد اور قوم کے طرزِ زندگی کی تشکیل کرتے ہیں اور محدود معنی میں یہ صرف ان اثرات پر حاوی ہے جو اساتذہ کے ذریعے اسکولوں، کالجوں اور دوسری درس گاہوں میں مرتب ہوئے ہیں۔بہر کیف تعلیم ایک ہمہ گیر عمل ہے اور شاگرد کی زندگی کے تمام پہلوؤں پر اس کا گہرا اثر ہوتا ہے۔حقیقت تو یہ ہے کہ ایک قوم کی زندگی کا انحصار ہی اس کی تعلیم پر ہے۔[5]

علامہ اقبال تعلیم کی تعریف یوں کرتے ہیں کہ "انسان کی تمام پوشیدہ صلاحیتوں کو اجاگر کرنا اور ان سب طاقتوں کو یکجا کرنا جو قدرت نے اس کے اندر ودیعت کر رکھی ہیں"[6]۔یعنی دین کے ماتحت رہ کر اللہ کی دی ہوئی صلاحیتوں کا نام تعلیم ہے۔علم کے بارے میں اقبال فرماتے ہیں،

"علم سے میری مراد وہ علم ہے جس کا دار مدار حواس پر ہے۔عام طور پر میں نے علم کا لفظ انہی معنوں میں استعمال کیا ہے۔اس علم سے ایک طبعی قوت ہاتھ آتی ہے جس کو دین کے ماتحت رہنا چاہیے۔اگر دین کے ماتحت نہ رہے تو محض شیطنت ہے۔"[7]

یہ علم علمِ حق کی ابتدا ہے جیسا کہ میں نے جاوید نامہ میں لکھا ہے۔

علم حق اوّل حواس آخر حضور
آخر اومی نگنجد در شعور [8]

حق کا علم پہلے حواس سے حاصل کیا جاتا ہے اور پھر مشاہدات سے، مگر اس کی انتہا شعور کی دسترس سے بالاتر ہے۔

علماء نے علم کی کسی قطعی اور جامع ومانع تعریف سے بالعموم احتراز کیا ہے چنانچہ امام غزالیؒ نے "المستصفیٰ" میں اور الآمدی نے "ابکار اور "احکام" میں یہی بات کہی ہے۔ امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں کہ علم کی تعریف کی کوشش لا حاصل ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ علم ایمان وایقان اور ذوق وکشف کا نام ہے جو ہوتا ضرور ہے مگر اس کی تعریف نہیں کی جاسکتی۔[9]

تربیت

تربیت کے لغوی معنی پالنا پوسنا ہے لیکن اصطلاح میں سیرت وشخصیت کو سنوارنا تربیت کہلاتا ہے۔ لفظ تربیت "ربا" سے مشتق ہے۔ تعلیم و تربیت لازم وملزوم ہیں۔ تربیت کا مقصود دراصل بچوں کو بتدریج ان اوصاف کا حامل بنانے میں مدد دینا ہے جو دونوں جہان میں ان کی فلاح وکامرانی کے لیے ضروری ہے۔

علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ علم اور تربیت لازم وملزوم ہیں اگر تربیت نہیں تو علم بے کار ہے۔ زندگی تربیت مانگتی ہے اور جو علم آدمی کی انسانی اور روحانی پرورش نہیں کرتا وہ علم بے کار ہے۔

زندگی کچھ اور شے ہے ،علم ہے کچھ اور شے
زندگی سوزِ جگر ہے، علم ہے سوزِ دماغ [10]

ڈاکٹر محمود احمد غازی فرماتے ہیں کہ علم کے بغیر تربیت مکمل نہیں ہو سکتی اور تربیت کے بغیر کوئی فرد معیاری فرد نہیں بن سکتا۔ اور معیاری افراد کے بغیر معیاری خاندان وجود میں نہیں آسکتا۔ معیاری خاندان کے بغیر معیاری امت وجود میں نہیں آسکتی۔ امت کے بغیر انسانیت کی اصلاح نہیں ہو سکتی اور امت کے بغیر ریاست قائم نہیں ہو سکتی۔۔ ریاست کی مدد اور وسائل کے بغیر شریعت کے بہت سے احکامات پر عمل نہیں ہو سکتا۔ اس لیے اصل الاصول بنیادی طور پر علم ٹھہرتا ہے۔[11]

تعلیم کے مقاصد

تعلیم کے جو بھی مقاصد متعین کیے جائیں ان میں سب سے بڑھ کر تعلیم کا مقصد بچوں کی اچھی تربیت کرنا ہوتا ہے۔ ان کو تعلیم کی روشنی سے آراستہ کرنے کے بعد انھیں اس قابل بنانا کہ وہ معاشرے میں ایک اچھا اور باعزت انسان کہلوانے کے قابل ہوں۔ تعلیم کا معاشرے سے گہرا اور براہ راست تعلق ہے۔ تعلیم معاشرے کو مطلوبہ سمت میں نشو نما کے لیے درکار افراد فراہم کرتی ہے۔ اور اس کے برعکس بے مقصد تعلیم طلبہ میں اجتماعی تصورات پیدا کرنے میں ناکام رہتی ہے۔ جب کوئی قوم ان اجتماعی تصورات کے شعور سے بے بہرہ ہو جائے تو اس کا وجود خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ کیونکہ بے مقصد تعلیم نئی نسل کے قلب وروح میں اخلاقی اقدار کو اجاگر کرنے میں ناکام رہتی ہے جس کا نتیجہ زبردست قومی نقصان کی صورت میں نکلتا ہے۔[12]

تعلیم معاشرے کی بقا اور اس کی ترقی کے لیے ایک ناگزیر عمل ہے۔ اور ہر معاشرہ تعلیم کے کچھ مقاصد طے کرتا ہے۔ کیونکہ بے مقصد تعلیم کی کوئی اہمیت نہیں۔ مقاصد طے کیے بغیر تمام تعلیمی عمل بے وقعت ہوتا ہے۔

تعلیم کا مقصد ایسے افراد کی تیاری ہے جو نظریاتی ملک میں اپنے آپ کو اس کے مطابق ڈھال سکیں۔ جو اس کے نظریات کے ضامن ہوں اور اس کی حفاظت کر سکیں۔ اقبال کے نزدیک "تعلیم کا منشا یہ ہے کہ نفس ناطقہ کی پوشیدہ قوتیں کمال پذیر ہوں نہ کہ بہت سی علمی باتیں دماغ میں جمع ہو جائیں۔"[13]

علم و فن کا مقصد صرف معلومات حاصل کرنا نہیں ہے، یعنی صرف آگہی حاصل کرنا نہیں ہے جس کی مثال انھوں نے دی کہ جیسے ایک باغ کا مقصد صرف پھول اور کلیاں حاصل کرنا نہیں ہوتا۔ باغ سے انسان کو تر و تازگی حاصل ہوتی ہے اس کا دماغ خوشبو سے معطر ہو جاتا ہے، اسی طرح علم بھی صرف معلومات سے آگہی کا نام نہیں ہے بلکہ اس سے اور بھی مقاصد حاصل ہوتے ہیں۔

آگہی از علم و فن مقصود نیست
غنچہ و گل از چمن مقصود نیست [14]

اقبال کے نزدیک مسلسل جدوجہد اور ایک بلند ترین نصب العین کے حصول کی تڑپ پیدا کرنا ایک نظام تعلیم کا بنیادی وصف ہونا چاہیے۔

اسی طرح جب کوئی قوم ترقی کرنے پر آتی ہے تو وہ ایسے کارنامے سرانجام دیتی ہے جو کسی معجزے سے کم نہیں ہوتے۔ معجزہ عقل کی سمجھ سے بالاتر ہوتا ہے کیونکہ وہ عام قانون اور اصول سے ہٹ کر ہوتا ہے۔ یعنی جس ہنر میں ضرب کلیمی جیسا معجزہ نہ وہ ہنر بے کار ہے۔ ہمارا تعلیمی نظام ایسا ہو کہ افراد سے ضرب کلیمی جیسی صفات منعکس ہوں۔ ان کے اندر ایسی تڑپ ہو جو ضرب کلیمی کی عکاس ہو۔ جیسے حضرت موسیٰ کو اپنے عصا سے سانپ بنا کر دکھانا پڑا تو اے انسان اگر تجھ میں کوئی ہنر ہے تو ہنر منوانے کے لیے تو بھی کسی اعجاز سے کام لے۔ اگر اللہ نے تجھے فکر عطا کیا ہے تو اپنے زور فکر سے قوم کو زندگی کے لیے ابھار اور خودی سے ہمکنار کر ورنہ یہ سب بیکار ہے۔

بے معجزہ دنیا میں ابھرتی نہیں قومیں
جو ضربِ کلیمی نہیں رکھتا وہ ہنر کیا! [15]

وہ تعلیم جو انسان کو اس کے مقصد حیات سے بے خبر رکھے وہ بے کار ہے۔ اقبال تعلیم کا نصب العین اور مقصد زندگی بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ تعلیم کا مقصد انسان کی خودی کو بیدار کرنا ہے اور جب وہ اپنی خودی کو چھوڑ کر کسی کے روبرو جھک گیا تو اس سے روحانی سکون کی دولت رخصت ہو جاتی ہے۔

پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات
تو جھکا جب غیر کے آگے نہ من تیرا نہ تن [16]

تعلیم کا مقصد ادب سکھانا اور تربیت کرنا ہے۔ اس سے مقصود ایسے صالح افراد پیدا کرنا جو اعلیٰ اخلاق و اوصاف سے مزین ہوں۔ آپ ﷺ کی بعثت کے مقاصد میں سے یہ ایک اہم مقصد بتایا گیا ہے۔ تلاوت و تعلیم کتاب اور تعلیم حکمت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا یہ چوتھا مقصد ہے کہ

انہیں شرک وتوہمات کی آلائشوں سے اور اخلاق وکردار کی کوتاہیوں سے پاک کریں۔ یہاں دینی علوم، دانش وحکمت، تزکیہ نفس اور تعمیر سیرت کو بیان کیا گیا۔

﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۲۹﴾﴾[17]

"اے ہمارے رب ان میں، انہیں میں سے رسول بھیج جو ان کے پاس تیری آیتیں پڑھے، انہیں کتاب وحکمت سکھائے اور انہیں پاک کرے یقیناً تو غلبہ والا اور حکمت والا ہے۔"

﴿هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲﴾﴾[18]

"وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔ یقیناً یہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔"

"طلبہ کی فطری صلاحیتوں کو اجاگر کرنا، اور ان کے طبعی رجحانات کو صحیح رخ پر ڈالنا اور انھیں ذہنی، جسمانی، عملی اور اخلاقی اعتبار سے بتدریج اس لائق بنانا کہ وہ اللہ کے شکر گزار بندے بن کر رہیں۔ کائنات میں اس کی مرضی کے مطابق تصرف کریں نیز انفرادی، عائلی اور اجتماعی حیثیت سے ان پر جو ذمہ داریاں ان کے خالق اور مالک کی طرف سے عائد ہوتی ہیں ان سے وہ کماحقہ عہدہ برآں ہو سکیں"[19]۔

ڈاکٹر ذاکر حسین بیان کرتے ہیں کہ تعلیم کا مقصد یہ بھی ہے کہ ایک بچہ جس نے آگے چل کر ملک کا ایک شہری بننا ہے اس کی انفرادیت کا احترام، تاکہ بچے کی صلاحیتیں پوری طرح نشو نما پائیں اور وہ سماجی تنظیم کو زیادہ منصفانہ اور اخلاقی حیثیت سے مکمل بنانے میں سمجھ بوجھ کر حصہ لے اور یہ کام تب تکمیل پاتا ہے جب فرد کی صلاحیتوں کو پہچان کر، تعلیم کے ذریعے ان کی پوری طرح نشو نما کی جائے۔[20]

اقبال کہتے ہیں کہ اگر علم دل ودماغ کو منور نہیں کرتا، دل میں تڑپ اور اضطراب پیدا نہیں کرتا تو وہ علم بے کار ہے۔ علم کا مقصود ہی کچھ اور ہے۔ جبکہ ہم کسی اور ہی ڈگر پر چل رہے ہیں۔

علم کا مقصود ہے پاکی عقل و خرد
فقر کا مقصود ہے عفت قلب و نگاہ [21]

اقبال فرماتے ہیں کہ اگر تم علم کو دل کی تربیت اور تزکیے کے لیے حاصل کروگے تو وہ تمھارا دوست بن کر تمھارا ساتھ دے گا۔ لیکن اگر علم کا مقصد مال وزر اور تن پروری بن جائے تو وہی علم سانپ بن کر تمھیں ڈس لے گا۔

علم را بر تن زنی مارے بود
علم را بر دل زنی یارے بود [22]

امام زرنوجی[4] نے اپنی کتاب تعلیم المتعلم میں حصول علم کا مقصد اللہ کی رضامندی، آخرت کی کامیابی، جہالت کا خاتمہ، دین کی سربلندی اور اسلام کی بقا ہونا چاہیے۔ اور جو شخص آخرت کے لیے علم حاصل کرتا ہے وہ ہدایت کی فضیلتوں سے ہمکنار ہوتا ہے۔ اور اس شخص کے لیے سراسر گھاٹا ہے جو لوگوں میں برتری حاصل کرنے کے لیے علم حاصل کرتا ہے۔[23]

اقبال کے تعلیمی نظریات

اقبال کو اللہ تعالی نے خاص صلاحیتوں سے نوازا تھا جس کی وجہ سے وہ اپنے ہمعصروں میں ممتاز تھے۔ اقبال نے مشرق و مغرب کے نظام تعلیم کا بغور مشاہدہ کیا ہوا تھا اور وہ خود بھی درس و تدریس سے وابستہ رہے اس لیے تعلیم و تربیت کے بارے میں ان کا مشاہدہ وسیع تھا۔ وہ دونوں نظاموں میں سے ان کی خوبیوں کو اپنانے اور ان کی خرابیوں سے بچنے کے قائل تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ ان کی خوبیوں کو لے کر ایک بہترین نظام تعلیم تشکیل دیا جائے جو ہماری امنگوں کے مطابق ہو۔ وہ چاہتے تھے کہ امت مسلمہ کے نوجوان ان خاص اوصاف سے متصف ہوں جو کہ اللہ کے مقرب بندوں کا خاصہ ہوتے ہیں۔ اقبال علم برائے معاش کے بجائے علم برائے زندگی کے حامی ہیں۔

اقبال کے مطابق موجودہ جدید نظام تعلیم صرف زندگی کے مادی پہلوؤں کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ وہ چاہتے تھے کہ نوجوان اپنے زمانے کے جدید علوم پر دسترس حاصل کریں۔ انھیں یہ گوارا نہ تھا کہ وہ صرف کھانے اور کمانے کے چکروں میں پڑے رہیں۔ مغربی علوم نے انسان سے انسانیت چھین لی ہے اور اسے مادیت پرست بنا دیا ہے۔ ایسا علم جو تربیت نہ کرے اس علم کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔

وہ علم نہیں ،زہر ہے احرار کے حق میں
جس علم کا حاصل ہے جہاں میں دو کف جو [24]

ہم اس بات سے خوش ہیں کہ نوجوان تعلیم حاصل کر رہے ہیں اور تعلیم سے قوم کی مشکلات دور ہوں گی مگر ہم اس بات سے بے خبر تھے کہ مروجہ تعلیم سے نوجوان فراغت، تن آسانی اور آرائش کے ساتھ ساتھ الحاد کا بھی شکار ہو جائیں گے۔

اقبال اپنی نظم "تعلیم اور اس کے نتائج" میں بیان کرتے ہیں۔

خوش تو ہیں ہم بھی جوانوں کی ترقی سے مگر
لب خنداں سے نکل جاتی ہے فریاد بھی ساتھ

---

[4] برہان الدین (صاحب ہدایہ) کے شاگرد امام زرنوجی تعلیم المتعلم کے مصنف مشرق وسطی کے علاقے "ترکستان" کے ایک قصبے زرنوج میں پیدا ہوئے[4]۔ ڈاکٹر عطش درانی کے مطابق ایران کے صوبہ "سجستان" کے شہر زرنوج میں پیدا ہوئے[4]۔ اصل نام النعمان ابن ابراہیم تھا۔ لقب برہان الدین اور بعض کے نزدیک برہان الاسلام تھا[4]۔ قرین قیاس یہ ہے کہ وہ 620ھ بمطابق 1223ء[4] یا 640ھ بمطابق 1242 تک بقید حیات رہے۔ معجم المولفین کے مصنف کے مطابق 593ھ بمطابق 1196ء تک بقید حیات رہے۔[4] مسلک حنفی تھا اور بخارا میں وفات پائی۔ ان کی یہ کتاب بلاشبہ طریقہ التعلیم پر پہلی منظم و مرتب کتاب ہے اور اس کا بہت سی زبانوں میں ترجمہ ہوا ہے اور تربیت اساتذہ کے لیے بطور نصابی کتاب استعمال ہوتی رہی ہے۔

ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم
کیا خبر تھی چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ [25]

اقبال چاہتے تھے کہ نوجوان تن آسانی کا شکار نہ ہوں بلکہ محنتی اور جفاکش بنیں۔ ان میں باطل قوتوں سے ٹکرانے کا جذبہ ہو اور وہ مادی فوائد سے بے نیاز ہوں۔ اپنے نصب العین کو بلند رکھیں، اپنے مقصد حیات سے غافل نہ ہوں۔ اور مغربی تہذیب سے مرعوب نہ ہوں۔

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے ان کو اپنی منزل آسمانوں میں [26]

امام زرنوجی بھی کاہلی اور سستی کے متعلق فرماتے ہیں کہ کاہلی اور سستی سے دور بھاگنا چاہیے کیونکہ اس کی وجہ سے بہت سی مشکلات پیش آتی ہیں۔ ہر سست آدمی بد بختی اور مصیبت کا شکار رہتا ہے۔ امام زرنوجیؒ کے اشعار کا مفہوم ہے "اے نفس سستی اور کاہلی چھوڑ دے ورنہ ذلت میں ہی رہے گا۔ سست لوگوں کا کوئی حصہ نہیں بجز ندامت اور حرماں نصیبی کے" سستی اس وجہ سے پیدا ہوتی ہے کہ انسان علم سے حاصل ہونے والے مقام و مرتبہ پر غور نہیں کرتا۔ اس لیے فضائل علم کو نگاہ میں رکھتے ہوئے محنت کو اپنا شعار بنانا چاہیے۔ [27]

آپ ﷺ بھی سستی اور کاہلی سے اللہ کی پناہ مانگا کرتے تھے۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَالْهَرَمِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ[28]

اے اللہ میں پناہ چاہتا ہوں عاجزی سے، کاہلی اور بزدلی سے، کنجوسی اور بے حد بڑھاپے سے اور تیری پناہ چاہتا ہوں عذاب قبر سے اور پناہ چاہتا ہوں زندگی اور موت کے فتنہ سے۔

کاہلی اور سستی سے بچنے کے لیے مسلسل محنت کو شعار بنانا چاہیے۔ کیونکہ جو مستقل مزاجی سے محنت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ بھی ان کے لیے آسانیاں پیدا کرتا ہے۔ کسی مقام کو حاصل کرنے کے لیے مسلسل محنت، پکا ارادہ اور ثابت قدمی کو اختیار کرنا چاہیے۔ کیونکہ مسلسل محنت سے انسان آخر کار کامیاب ہو جاتا ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾[29]
"اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم انھیں اپنی راہیں ضرور دکھادیں گے۔"

اقبال نے مغربی افکار کا مطالعہ کیا اور پھر اس نتیجے پر پہنچے کہ مغرب میں علمی ترقی تو ہو رہی ہے مگر مغربی تہذیب تباہی کی جانب گامزن ہے۔

یورپ میں بہت روشنی علم و ہنر ہے
حق یہ ہے کہ بے چشمہ حیواں ہے یہ ظلمات
یہ علم و حکمت یہ تدبر یہ حکومت
پیتے ہیں لہو دیتے ہیں تعلیم مساوات [30]

اقبال فرماتے ہیں کہ میں نے مغرب کے شراب خانہ سے شراب پی مجھے اپنی جان کی قسم میں نے سر کا درد خرید لیا۔ میں یورپ کے نیک لوگوں (فلسفی اور دانشور) کے ساتھ بیٹھا مگر اس سے زیادہ بیکار دن میں نے نہیں دیکھا۔ یعنی جوں جوں میں مغربی افکار کا مطالعہ کرتا گیا میری بے چینی میں اضافہ ہوتا گیا۔ مغربی افکار دور سے بھلے معلوم ہوتے ہیں لیکن جب میں نے وہاں اُن لوگوں میں رہ کر ان کے افکار کا مطالعہ کیا ہے تو میں بے قرار ہو گیا ہوں۔

مے از میخانہ مغرب چشیدم
بجان من کہ درد سر خریدم
نشستم بانکویان فرنگی
ازاں بے سود تر روزے ندیدم [31]

اقبال کہتے ہیں کہ جدید تعلیم نے مسلم نوجوانوں کا گلا گھونٹ دیا ہے۔ اب ان کی زبان سے نعرہ حق و صداقت کیسے بلند ہو۔ جدید تعلیم حاصل کرنے کے بعد نوجوان احساس کمتری کی وجہ سے اپنی تہذیب و ثقافت کو بھلا بیٹھے ہیں۔ اقبال کو خداوندان مکتب سے بھی شکایت ہے کہ وہ شاہین بچوں کو خاکبازی کا سبق دے رہے ہیں۔ یعنی مسلمان بچوں کو صرف مادیت پرست بنا رہے ہیں اور ان میں اعلی اوصاف و کردار کی تشکیل نہیں ہو رہی۔

شکایت ہے مجھے یا رب خداوندان مکتب سے
سبق شاہین بچوں کو دے رہے ہیں خاکبازی کا [32]

اقبال جدید تعلیم کے حصول کے مخالف نہیں تھے بلکہ انھوں نے مسلمانوں کو علوم جدیدہ کے حصول کی ترغیب دی، مگر ساتھ نصیحت بھی کی کہ مغرب کی تہذیب سے مرعوب نہیں ہونا۔ کیونکہ اگر ایسا ہوا تو وہ اپنے دین اور اخلاق دونوں سے بے گانہ ہو جائیں گے۔

اور یہ اہل کلیسا کا نظام تعلیم
ایک سازش ہے فقط دین و مروت کے خلاف [33]

اقبال چاہتے تھے کہ نوجوان سائنس، فلسفہ اور جدید علوم کو مرعوبانہ اور مقلدانہ ذہنیت کے ساتھ حاصل نہ کریں بلکہ ان کو ایمانی بصیرت اور مومنانہ فراست کے ساتھ حاصل کریں۔[34]

فردوس جو تیرا ہے کسی نے نہیں دیکھا
افرنگ کا ہر قریہ ہے فردوس کی مانند [35]

اقبال کہتے ہیں کہ مغربی نظام تعلیم میں خامیاں موجود ہیں۔ اس کے باوجود مشرق کے نظام تعلیم کے مقابلے میں فکر انگیز ہے۔ ہم صرف باتیں بنانے والے ہیں اور وہ عملی کام کرنے والے ہیں۔

اقبال مسئلہ تعلیم کی اہمیت کا پورا پورا احساس رکھتے تھے۔ اور شعوری طور پر مسئلہ تعلیم سے وابستگی رکھتے تھے۔ اقبال اپنی امت کے نوجوانوں کے لیے کبھی شاہین اور کبھی شاہباز کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ اور ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ میری امت کے نوجوانوں میں بھی اُن جیسی صفات ہوں کہ وہ بلند ہمت ہوں، طاقت ور ہوں، تسخیر کائنات کا جذبہ رکھتے ہوں، خوددار ہوں اور صبر و قناعت کے پیکر ہوں۔

فلسفہ خودی

اقبال کا فلسفہ تعلیم اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ نوجوانوں میں جذبہ خودی پیدا ہو۔ اگر تعلیم ایسا کرنے میں ناکام رہتی ہے تو وہ تعلیم نقصان دہ اور بے فائدہ ہے۔

تعلیم کے تیزاب میں ڈال اس کی خودی کو
ہو جائے ملائم تو جدھر چاہے، اسے پھیر
تاثیر میں اکسیر سے بڑھ کر ہے یہ تیزاب
سونے کا ہمالہ ہو تو مٹی کا ہے اک ڈھیر [36]

اقبال چاہتے ہیں کہ انسان میں جذبہ خودی پرورش پائے۔ اسی لیے وہ پرورش تن کے بجائے پرورش خودی پر ابھارتے ہیں۔

خودی کی پرورش و تربیت پہ ہے موقوف
کہ مشت خاکی میں پیدا ہو آتش ہمہ سوز [37]

اقبال اپنے بیٹے جاوید کو نصیحت کرتے ہوئے امت کو یہ پیغام دیتے ہیں کہ وہ جذبہ خودی ہی ہے جس سے حیات جاودانی حاصل ہوتی ہے کیونکہ انسان اپنے عمل سے ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔ جذبہ خودی کی وجہ سے قومیں عروج حاصل کرتی ہیں۔

خودی کے ساز میں ہے عمر جاوداں کا سراغ
خودی کے سوز سے روشن ہیں امتوں کے چراغ [38]

اقبال نے مغربی علوم کا مطالعہ کیا، مغرب کی تہذیب کو دیکھا اور پھر یہ نتیجہ نکالا کہ انسانی زندگی کے مسائل کا قابل عمل حل صرف اسلام ہی ہے۔ اقبال چاہتے ہیں کہ نوجوان قرآن کا مطالعہ کریں۔ علی گڑھ یونیورسٹی میں خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا "میں امید کرتا ہوں کہ یونیورسٹی ایسے لوگوں کی ایک کثیر تعداد پیدا کر دے گی جو مطالعہ قرآن میں اپنی زندگیاں صرف کر دیں گے۔"[39] قرآن سے تعلق مضبوط کرنے کے لیے ہمیں اپنی زندگیوں میں اس کو داخل کرنا ہو گا اور اس کے لیے ہمیں اپنے تعلیمی نصاب کا جائزہ لینا ہو گا تاکہ ہر فارغ التحصیل ہونے والے طالب علم میں یہ اہلیت پیدا ہو سکے کہ وہ قرآن کو سمجھنے والا ہو۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اداروں میں تربیتی ماحول بھی اس کے مطابق ہو۔

"مسلمان طالب علم جو اپنی قوم کے عمرانی، اخلاقی اور سیاسی تصورات سے نابلد ہے، روحانی طور پر بمنزلہ ایک لاش کے ہے۔ اور اگر موجودہ صورت حال بیس سال تک اور قائم رہتی ہے تو وہ اسلامی روح جو قدیم اسلامی تہذیب کے چند علم برداروں کے فرسودہ قالب میں ابھی تک زندہ ہے ہماری جماعت کے کے جسم سے بالکل ہی نکل جائے گی۔"[40]

"اقبال کے تعلیمی نظریات اس قدر جچے تلے اور فطرت انسانی کے اس قدر صحیح ترجمان ہیں کہ اگر ہم ان کو لفظاً لفظاً بھی قبول کر لیں اور اپنے نظام تعلیم میں ان کو داخل کر لیں نیز اس نصب العین کی روشنی میں تعلیم کی تفصیلات مرتب کی جائیں تو یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ ہمارا اسلامی معاشرہ اس انسانی عظمت کو حاصل کر سکے گا جس کے لیے اقبال تمام عمر جدوجہد کرتے رہے۔"[41]

ایک کامیاب نظام تعلیم وہ ہے جس میں دین و دنیا کی ثنویت نہ ہو۔ اس نظام تعلیم سے فارغ التحصیل ہونے والے افراد معاشرے کی ضروریات سے باخبر ہوں۔ اور اس کے چیلنجوں سے عہدہ برآں ہونے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ مضبوط دینی بنیاد بھی رکھتے ہوں۔ اس کی مثال وہ ادارے ہو سکتے ہیں جہاں اس بات کا التزام کیا جاتا ہے۔ جیسے حال ہی میں بیت الاسلام کے طلبا نے Artificial intelligence and Robotics کے مقابلوں میں یونیورسٹی کے طلبا کو شکست دے کر فائنل جیت لیا۔

نتائج

- اقبال ایک ایسا نظام تعلیم چاہتے ہیں جس میں مشرق و مغرب کی ساری خوبیاں مجتمع ہوں۔[42]
- اقبال چاہتے ہیں کہ علوم جدیدہ کے ساتھ اسلامی تاریخ کو لازمی مضمون کی حیثیت سے شامل کیا جائے۔

  اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر

  خاص ہے ترکیب میں قوم رسولِ ہاشمی[43]
- نوجوان جدید علوم حاصل کریں مگر اپنی تہذیب و ثقافت کو نہ چھوڑیں اور مغربی تہذیب سے مرعوب نہ ہوں۔
- ہمارا نظام تعلیم ایسا ہو کہ اس سے فارغ التحصیل ہونے والے افراد اپنی زندگیاں مطالعہ قرآن میں صرف کرنے والے ہوں۔ اور ایسا تب ہی ممکن ہو گا جب ہمارے نصاب میں یہ چیز (قرآن و حدیث جس میں ناظرہ قرآن، ترجمہ، تفسیر اور عربی زبان، اسلامیات اور مسلم تاریخ) شامل ہو گی اور پھر ہمارے تعلیمی اداروں کا ماحول بھی اس کے مطابق ہو گا۔
- اقبال رسمی تعلیم کے مقابلے میں غیر رسمی اور ذاتی تعلیم جو فرد اپنے ذاتی تجربوں اور مشاہدوں سے حاصل کرتا ہے کو زیادہ صحت مند، توانا، قابل اعتماد اور حقیقت شناس گردانتے ہیں۔ رسمی تعلیم کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے اس کے برعکس ذاتی غیر رسمی تعلیم کا سلسلہ عمر بھی جاری رہتا ہے۔ گویا رسمی تعلیم، تعلیم کا حاصل و مقصود نہیں بلکہ اس غیر رسمی تعلیم کا زینہ ہے جو فرد میں یقین اور خود اعتمادی پیدا کر کے اسے معراج بشریت سے ہمکنار کر دیتی ہے۔"[44]
- "اقبال مانگے کی تعلیم کے خلاف تھے۔ انھوں نے اس نظام تعلیم کو اختیار کرنے کے لیے زور دیا ہے جو ہماری اپنی ثقافت اور تاریخ کی رہین منت اور ہماری اپنی روایات اور اقدار و نظریات سے ہم آہنگ ہو۔"[45]
- نوجوان تن آسانی کا شکار نہ ہوں اور خودی کا جذبہ ان میں پرورش پائے۔

- ہمارا نظام تعلیم مادیت پرستی کی تعلیم نہ دے بلکہ نوجوانوں میں اعلیٰ اوصاف و کردار کی تشکیل کرے۔

حوالہ جات

[1] سورۃ العلق 5:96

[2] قومی انگریزی اردو لغت: طبع ششم 2002، مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد

[3] Collins Thesaurus:2005,ISBN 0-00-718384-3

[4] المورد:2006، دارالعلم للملایین، بیروت لبنان

[5] ماہنامہ محدث: نبی کریم کے اصول تعلیم۔ غلام احمد حریری، نومبر 1981،

[6] مقالات اقبال: مرتبہ سید عبدالواحد معینی، مطبوعہ اشرف پریس لاہور، 1963، ص 191۔

[7] Iqbal's educational philosophy :K.G. Saiyidain,Arfat publication model town Lahore,1938.P.115

[8] محمد اقبال، علامہ: جاوید نامہ، احمد حسین جعفر علی تاجران کتب حیدر آباد، 1945، ص 238۔

[9] اردو دائرہ معارف اسلامیہ 446/13

[10] محمد اقبال، علامہ: ضرب کلیم، ایجوکیشنل بک ہاوس علی گڑھ، 1975، ص 79۔

[11] ماہنامہ محدث، ڈاکٹر محمود احمد غازی، اسلام کا تصور تعلیم، اگست 2009

[12] ماہنامہ محدث: نبی کریم کے اصول تعلیم۔ غلام احمد حریری، نومبر 1981،

[13] مقالات اقبال: مرتبہ سید عبدالواحد معینی، مطبوعہ اشرف پریس لاہور، 1963، ص 9۔

[14] محمد اقبال، علامہ: مثنوی اسرار و رموز، کتب خانہ مقبول عام، لاہور، 1928، ص 17۔

[15] محمد اقبال، علامہ: ضرب کلیم، ایجوکیشنل بک ہاوس علی گڑھ، 1975، ص 118۔

[16] محمد اقبال، علامہ: بال جبریل، مکتبہ الفاظ یونیورسٹی مارکیٹ علی گڑھ، 1975، ص 31۔

[17] سورۃ البقرۃ 2:129

[18] سورۃ الجمعہ 2:62

[19] حسین، افضل: فن تعلیم و تربیت، مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی، 1969، ص 35۔

[20] ذاکر حسین، ڈاکٹر: ہندوستان میں تعلیم کی از سر نو تنظیم، پبلیکیشنز ڈویژن، منسٹری آف انفارمیشن اینڈ براڈکاسٹنگ دھلی، مئی 1962۔ ص 10۔

[21] محمد اقبال، علامہ: بال جبریل، مکتبہ الفاظ یونیورسٹی مارکیٹ علی گڑھ، 1975، ص 77۔

[22] محمد اقبال، علامہ: بال جبریل، مکتبہ الفاظ یونیورسٹی مارکیٹ علی گڑھ، 1975، ص 134۔

[23] تعلیم المتعلم طریق التعلم: الزرنوجی، الدار السودانیۃ للکتب، 2004۔ ص 14۔

[24] محمد اقبال، علامہ: ضرب کلیم، ایجوکیشنل بک ہاوس علی گڑھ، 1975، ص 167۔

[25] محمد اقبال، علامہ: بانگ درا، تعلیم اور اس کے نتائج، مکتبہ الفاظ یونیورسٹی مارکیٹ علی گڑھ، 1975، ص 209۔

[26] محمد اقبال، علامہ: بال جبریل، مکتبہ الفاظ یونیورسٹی مارکیٹ علی گڑھ، 1975، ص 119۔

[27] ایضاً ص 41

[28] سنن ابوداؤد: جلد اول: حدیث نمبر 1536

[29] سورۃ العنکبوت 69:29

[30] محمد اقبال، علامہ: بال جبریل، مکتبہ الفاظ یونیورسٹی مارکیٹ علی گڑھ، 1975، ص107۔

[31] محمد اقبال، علامہ: ارمغان حجاز، ناشر، جاوید اقبال، 1938، ص63۔

[32] محمد اقبال، علامہ: بال جبریل، مکتبہ الفاظ یونیورسٹی مارکیٹ علی گڑھ، 1975، ص32۔

[33] محمد اقبال، علامہ: ضرب کلیم، ایجوکیشنل بک ہاوس علی گڑھ، 1975، ص86۔

[34] احمد، محمد حبیب الدین: علامہ اقبال کا نظریہ تعلیم، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز نئی دہلی، 2003، ص24

[35] محمد اقبال، علامہ: بال جبریل، مکتبہ الفاظ یونیورسٹی مارکیٹ علی گڑھ، 1975، ص20۔

[36] محمد اقبال، علامہ: ضرب کلیم، ایجوکیشنل بک ہاوس علی گڑھ، 1975، ص154۔

[37] محمد اقبال، علامہ: ضرب کلیم، ایجوکیشنل بک ہاوس علی گڑھ، 1975، ص75۔

[38] محمد اقبال، علامہ: بال جبریل، مکتبہ الفاظ یونیورسٹی مارکیٹ علی گڑھ، 1975، ص115۔

[39] افضل، محمد رفیق: گفتار اقبال، ادارہ تحقیقات پاکستان، دانشگاہ پنجاب لاہور، طبع دوم نومبر 1977، ص105۔

[40] مقالات اقبال: مرتبہ سید عبد الواحد معینی، مطبوعہ اشرف پریس لاہور، 1963، ص133، 132۔

[41] صدیقی، محمد احمد: اقبال کے تعلیمی نظریات، اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ (آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس) کراچی، 1965، ص36

[42] احمد، محمد حبیب الدین: علامہ اقبال کا نظریہ تعلیم، ص25

[43] محمد اقبال، علامہ: بانگ درا، مکتبہ الفاظ یونیورسٹی مارکیٹ علی گڑھ، 1975، ص248۔

[44] احمد، محمد حبیب الدین: علامہ اقبال کا نظریہ تعلیم، ص20

[45] احمد، محمد حبیب الدین: علامہ اقبال کا نظریہ تعلیم، ص18